الفتاویٰ السراجیة

وہ کتابیں اپنے آباء کی......اس عنوان کے تحت اسلام کے مصادر ومراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے،اس بار فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الفتاویٰ السراجیة" کا تعارف نذر قارئین ہے.............(مدیر)

مفتی محمد ساجد میمن

کچھ مصنف کے بارے میں:......آپ کا نام نامی نسب گرامی علی بن عثمان بن محمد بن سلیمان بن علی الاوشی الفرغانی ہے۔آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب سراج الدین ہے۔کرغزستان کے مشہور شہر "اوش" کی طرف منسوب کر کے آپ کو "اوشی" کہا جاتا ہے۔اپنے زمانے کے محقق علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

وفات:......آپ کی وفات کے بارے میں دو قول ہیں:(۱)......۵۶۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔(۲)......۵۷۵ھ میں جو طاعون آیا تھا اس میں آپ کا انتقال ہوا۔

تصانیف:......(۱)......ثواقب الأخبار......(۲)...... نصاب الأخبار لتذكرة الأخيار......(۳)......مشارق الأنوار شرح نصاب الأخبار......(٤)...... غرر الأخبار و درر الأشعار ، فى الفاظ الحديث النبوى......(٥)...... يواقيت الأخبار......(٦)......منظومة " بدء الأمالي "......(٧)......الفتاوىٰ السراجية ۔ اس وقت یہی کتاب ہمارے زیر تبصرہ ہے۔

(الجواهر المضية:۱/۳٦٧، الاعلام للزركلي:٤/۳١٠، كشف الظنون :۲/۱۲۲٤)

مصنف فتاویٰ سراجیہ کی بابت غلط فہمی کا ازالہ:......فتاویٰ سراجیہ کے مؤلف کے بارے میں بعض حضرات کو سہو ہوا ہے۔علامہ شامیؒ کے صاحبزادے نے "تكمله ردالمحتار" میں فتاویٰ سراجیہ کا مصنف سراج الدین قاریٔ ہدایہ (م ۸۲۹ھ) کو قرار دیا ہے۔وہ فرماتے ہیں:"وهي التي عناها الشارح بقوله سراجية ،أي:فتوى سراج الدين قارئ الهداية".(تكملة ردالمحتار:۷/ ٤٠٠) جب کہ علامہ زرکلیؒ نے "الأعلام :۵/۵۷" میں فتاویٰ سراجیہ کا مصنف

سراج الدین ابوحفص عمر بن اسحاق بن احمد ہندی غزنوی(٧٠٤ ـــ ٧٧٣ھ) کو قرار دیا ہے، لیکن اس نسبت میں علامہ زرکلی کو بھی شک ہے، وہ لکھتے ہیں:

"عمر بن اسحاق بن أحمد الهندي الغزنوي: هو فقيه من كبار الأحناف له كتب منها: التوشيح في شرح الهداية،...... والفتاوى السراجية، وفي نسبة هذا الأخير شك.

باعثِ حیرت ہے کہ مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب نے اپنی کتاب ''آپ فتویٰ کیسے دیں'' میں علامہ زرکلی کے اس مشکوک قول کو صحیح قرار دے دیا ہے۔ (دیکھئے: ص ۱۵۷)

یہ دونوں قول درست نہیں، ان تینوں اقوال میں وہی قول راجح ہے، جو ہم نے تعارف میں ذکر کیا ہے۔ اس کی وجوہ ترجیح درج ذیل ہیں:

جہاں تک بات ہے قاریٔ ہدایہ کی طرف نسبت کی تو یہ بالکل غلط ہے، اس لئے کہ قاریٔ ہدایہ نے کسی قسم کی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ جہاں تک معاملہ ہے سراج الدین اوشی اور عمر بن اسحاق ہندی کا تو درج ذیل حقائق سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اصل مصنف ان دونوں میں کون ہے؟

(۱)......کشف الظنون میں فتاویٰ سراجیہ کے تعارف میں حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

"قال المولى ابن جوى: رأيت في آخر نسخة منها ما لفظه: قال المصنف: وقع الفراغ يوم الإثنين من المحرم سنة (٥٦٩هـ) تسع و ستين و خمس مئة بأوش على يدي: على بن عثمان بن محمد التيمى. (كشف الظنون: ٢/١٤٧١)

اس عبارت میں صراحت کے ساتھ مصنف کا نام ''علی بن عثمان تیمی'' مذکور ہے۔

(۲)......صاحبِ منیۃ المفتی نے فتاویٰ سراجیہ سے خوب استفادہ کیا ہے، اور ''منیۃ المفتی'' کا اصل ماخذ فتاویٰ سراجیہ ہی ہے۔ صاحبِ منیۃ کی وفات ۶۳۸ھ میں ہوئی ہے، جب کہ عمر بن اسحاق ہندی کی پیدائش ۷۰۴ھ کی ہے، لہٰذا یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ ایک آدمی اپنی وفات کے بعد پیدا ہونے والے آدمی کی کتاب سے کیسے استفادہ کرسکتا ہے؟

(۳)......صاحبِ فتاویٰ سراجیہ نے خود کتاب العیدین میں لکھا ہے: ''......وفي بعض الديار اعتادوا التكبير على مذهب ابن عباس تحقيقًا للموافقة؛ لأن الخلفاء عباسيةٌ اليوم. '' اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف، خلفائے عباسیہ کے زمانہ خلافت میں موجود تھے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ خلافت عباسیہ ۶۵۶ھ میں اختتام پذیر ہوگئی تھی۔ جب کہ عمر بن اسحاق ہندی کی ولادت ۷۰۴ھ میں ہوئی ہے، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مصنف علی بن عثمان تیمی ہیں، نہ کہ عمر بن اسحاق۔

(۴)......جن جن حضرات نے عمر بن اسحاق ہندی کا تعارف وتذکرہ کیا ہے، انہوں نے ان کی تصانیف کی ذیل میں فتاویٰ سراجیہ کا نام ذکر نہیں کیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ ان کی تصنیف نہیں۔

زیرتعارف کتاب ''الفتاویٰ السراجیہ'':......فتاویٰ سراجیہ دیکھنے میں اور کہنے کو تو ۶۹۵ صفحات پر مشتمل فقہ حنفی کی ایک متوسط حجم کی کتاب ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو کتاب میں بہت سے ایسے اہم مسائل مذکور ہیں، جن سے دوسری کتب فقہ خالی ہیں اور مصنفؒ نے بعض ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جو ان سے پہلے کسی نے ذکر نہیں کئے، مثلاً: مسئلہ ''عدم جواز المناكحة بين الانس والجن'' یہ مسئلہ سب سے پہلے صاحب فتاویٰ سراجیہ نے ذکر کیا ہے، آپ سے پہلے کسی نے ذکر نہیں کیا۔ اسی لئے اکثر علماء فتاویٰ سراجیہ کی تعریف میں فرماتے ہیں: ''فيه نوادر ووقائع لاتوجد في غيره من الكتب'' یعنی اس میں ایسی نادر اور اہم جزئیات موجود ہیں جو دوسری کتب فقہ میں موجود نہیں۔

مصنفؒ نے مقدمۃ الکتاب میں بالکل درست لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''وانه كتاب صغير الحجم كثير الغنم لاحتوائه على الأتم من الفوائد والأعم من الفرائد.'' یعنی یہ کتاب سائز اور حجم میں اگرچہ دیگر کتب فقہ کے مقابلے میں چھوٹی ہے لیکن اس میں ایسے نادر اور اہم جزئیات مذکور ہیں کہ ان کی وجہ سے کتاب کی اہمیت اور اس کا فائدہ بڑھ گیا ہے۔ (مقدمة الكتاب: ص ٢٤)

سبب تالیف:......کتاب کا سبب بیان کرتے ہوئے مصنفؒ رقم طراز ہیں:

''قال العبد الضعيف: هذا ما اختصرته من كتاب سبق منّي جمعه وتصنيفه، ونظمه وتاليفه في نفائس أجناس الواقعات المُلتقطة من الجامعين، والزيادات المنتخبة من فوائد ائمة الأمصار في سوالف الدهور والأعصار الى غير ذلك من نسخ يكثر عدّها واحصاؤها ويعسر حدها واستقصاؤها على حسب كفاية المتصدّين لأمر الفتوى في حوادث أهل البلوَى، وإنه كتاب صغير الحجم كثير الغنم لاحتوائه على الأتم من الفوائد والأعم من الفرائد.'' (مقدمه: ص ٢٤)

یعنی ''میں نے جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات اور مختلف ادوار میں لکھی جانے والی کتب فقہ میں ذکر کردہ ہزاروں جزئیات کے منتخب مسائل کا خلاصہ ایک جگہ جمع کر دیا ہے تاکہ مفتیان کرام کو فتویٰ دینے کے لیے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کی ضرورت نہ پڑے اور ان کو فتویٰ دینے میں آسانی ہو۔''

کتب فقہ میں فتاویٰ سراجیہ کا مقام:......فتاویٰ سراجیہ کی اہمیت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ فقہ حنفی کے بنیادی مراجع ''البحر الرائق، درمختار، شامی، طحطاوی، فتاویٰ عالمگیری'' وغیرہ فتاویٰ سراجیہ کے حوالے سے بھرے ہوئے ہیں، صرف فتاویٰ عالمگیری میں تین سو سے زیادہ مسائل میں فتاویٰ سراجیہ کا حوالہ دیا گیا ہے جبکہ شامی اور البحر الرائق

میں بھی سینکڑوں مسائل فتاویٰ سراجیہ کے حوالے سے مذکور ہیں۔

مشہور عالم علامہ ابن نجیمؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''البحر الرائق'' کے مقدمہ میں ان کتابوں اور مراجع کا ذکر کیا ہے جن سے انہوں نے اپنی کتاب میں استفادہ کیا ہے، ان کتابوں میں انہوں نے فتاویٰ سراجیہ کا ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''......وها أنا أبين لك الكتب التي أخذت منها من شروح وفتاوى وغيرها: فمن الشروح:...... ومن الفتاوى : المحيط والذخيرة ...... والقنية والسراجية...... الخ ''(البحر الرائق: ۱/ ۱۰)

علمائے احناف کے علاوہ حضرات شوافع نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے، علامہ سیوطیؒ نے ''الاشباہ والنظائر'' میں اور علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں فتاویٰ سراجیہ کے حوالے سے مسائل ذکر کئے ہیں۔

صاحب فتاویٰ سراجیہ کا انداز واسلوب:...... کتاب کی ترتیب دیگر کتب فقہ کی طرح ہے کہ کتاب الطہارۃ سے شروع ہو کر کتاب الخنثیٰ پر ختم ہوتی ہے۔ مصنفؒ کا انداز واسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے کتاب کا عنوان قائم کرتے ہیں، پھر اس عنوان کے تحت جتنے ابواب ہوتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد ہر باب کے تحت مسائل ذکر کرتے ہیں، مثلاً: کتاب الطهارة...... أبوابه اثنا عشر : في الوضوء، فيما ينقض الوضوء، في الغسل...... الخ مکمل اٹھارہ ابواب کے نام ذکر کرنے کے بعد ہر باب کا الگ الگ عنوان قائم کر کے تفصیلی جزئیات ومسائل ذکر کرتے ہیں......مثلاً: باب الوضوء، قال رضي الله عنهٗ: الوضوء من الوضاءة،......الخ

فتاویٰ سراجیہ کا پیش نظر ایڈیشن:......اس وقت ہمارے پیش نظر فتاویٰ سراجیہ کا وہ نسخہ ہے جسے ''زمزم پبلشرز، کراچی'' نے شائع کیا ہے، اس کتاب پر تحقیق وتعلیق کی خدمت مولانا عثمان بستوی نے مفتی رضاء الحق صاحب کی زیر نگرانی سر انجام دی ہے، یہ نسخہ ایک جلد میں ۶۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں محقق کے قلم سے مختصر سا مقدمہ ہے، جس میں انہوں نے مصنف کا مختصر تعارف کرایا ہے، کتاب کے نسخے اور اپنا منہج تحقیق ذکر کیا ہے۔

کتاب پر تحقیق کرتے وقت فاضل محقق کے پیش نظر درج ذیل پانچ نسخے تھے:

پہلا نسخہ ''میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی'' کا شائع کردہ ہے، جو ۱۶۵ صفحات پر مشتمل ہے، اسی نسخہ کو بنیاد بنا کر محقق نے تحقیقی کام سرانجام دیا ہے، اس نسخہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ط'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

دوسرا نسخہ وہ ہے جو ''حافظ کتب خانہ، مسجد روڈ، کوئٹہ'' سے شائع ہونے والے فتاویٰ قاضی خان کے حاشیہ پر چھپا ہے، اس کے کل صفحات ۹۲۲ ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ق'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

تیسرا نسخہ ''مکتبہ الشیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، ہندوستان'' میں محفوظ ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''س'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

چوتھا نسخہ مخطوطہ ہے جو ''آنکرا، ترکی'' کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، یہ نسخہ ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہ ان پانچوں

نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ص'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

پانچواں نسخہ ''مکتبہ جامعۃ الملک سعود، ریاض'' میں محفوظ مخطوطہ ہے، اس کے صفحات ۳۵۶ ہیں۔ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''خ'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

فاضل محقق نے اس کتاب میں جو تحقیقی کام کئے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱)...... نسخوں کے درمیان تقابل کیا ہے اور ان کے درمیان فرق کو حاشیہ میں واضح کیا ہے۔

(۲)...... تمام نسخوں میں اگر کوئی لفظ یا عبارت غلط تھی تو اصل کی طرف مراجعت کر کے اس کی تصحیح کی ہے اور حاشیہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۳)...... علماء، فقہاء، شہروں، ملکوں کے اسماء پر اور ان تمام الفاظ پر جن کے پڑھنے میں مختلف صیغوں کا احتمال تھا، ان پر اعراب لگانے کا اہتمام کیا ہے تاکہ قاری اشتباہ سے محفوظ رہے۔

(۴)...... غیر مفتی بہ مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۵)...... جن مقامات پر مصنفؒ نے فقہاء احناف کے مختلف اقوال بیان کرنے کے بعد مفتی بہ کی تعیین نہیں کی، ان مختلف اقوال میں مفتی بہ کی تعیین کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

(۶)...... بعض ایسے مسائل جن کو صاحبِ کتاب نے مفتی بہ قرار دیا ہے، لیکن اب وقت اور مقام کے بدلنے سے وہ احکام مفتی بہ نہیں رہے تو ان کی وضاحت کی ہے۔

(۷)...... بعض اہم جدید مسائل کو بھی موقع محل کی مناسبت سے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔

(۸)...... جہاں مصنف نے قائل کا ذکر کیا ہے لیکن مرجع کی تعیین نہیں، وہاں اصل مراجع کی طرف مراجعت کر کے ان کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

(۹)...... قرآنی آیات کے حوالے اور احادیث مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۱۰)...... مشکل اور نادر الفاظ اور فقہی اصطلاحات کی تعریفات بھی ذکر کر دی ہے۔

(۱۱)...... جن حضرات فقہاء کا اور جن کتب کا مصنف نے کتاب میں ذکر کیا ہے، کتاب کے آخر میں ان فقہاء کا اور ان کتب کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے۔

(۱۲)...... تحقیق کے دوران محقق نے جن مراجع سے استفادہ کیا ہے، کتاب کے آخر میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

☆......☆......☆